کیا مذہب ناکام ہو چکا ہے؟

مذہب، عوام اور علمائے کرام

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

مذہب،عوام اور علمائے کرام۔

مذہبی احکام

آپ جانتے ہیں کہ ایک حکیم نسخہ تجویز کرتے وقت مریض کی عمر، مزاج، موسم، خاندانی عادت اور مالی حیثیت وغیرہ کو ملحوظ رکھتا ہے۔ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ آیا مرض سادہ ہے یا پیچیدہ ہے۔ لہٰذا ایک ہی بیماری کے لئے وہ مختلف قسم کے مریض کو مختلف مگر موزوں ترین نسخے دیتا ہے۔ یعنی جو نسخہ اُس نے زکام کے ایک مریض کے لئے لکھا ہے وہ نسخہ زکام کے ہر مریض کو نہیں دیا جا سکتا۔ بالکل اسی طرح مذہب کے احکام تجویز کئے گئے ہیں۔ نماز واجب ہے مگر ہر شخص پر ہر حال میں واجب نہیں ہے۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور کعبہ کی طرف منہ کرنا واجب ہے مگر ہر حال میں واجب نہیں ہے اور بعض حالات میں نہ قیام واجب ہے نہ کعبہ کا رُخ، نہ رکوع واجب ہے نہ سجدہ واجب ہے۔ لہٰذا حکیم ہوں یا مریض، مذہب کے علما ہوں یا عوام۔ اُن سب پر اس حکیمانہ قاعدہ کی پابندی لازم ہے۔ اگر وہ اس کی خلاف ورزی کریں گے تو نتائج کا الٹ جانا لازم ہے۔ صحت کی جگہ ہلاکت اور فوز و فلاح کے بجائے تباہی اُن کو گھیر لے گی۔ اِس ھلاکت اور تباہی کا سبب حکمت یا مذہب نہیں۔ بلکہ ان کے احکام کی خلاف ورزی ہے اور خلاف ورزی کرنے والا خواہ حکیم ہو یا مریض، عالم ہو یا عوام۔ حکمت و مذہب کی نظر میں

ملزم و مجرم ہیں ۔ ہلاکت و تباہی کے ذمہ دار یہی حضرات ہیں ۔ مذہب یا حکمت نہیں ۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض مریض بعض حالات میں بد پرہیزی کر گزرتے ہیں ۔مگر وہ جانتے ہیں کہ معالج کے فیصلہ کی خلاف ورزی سے اُنہیں نقصان ہوگا۔اس صورت میں مریض خطاوار ہے۔لیکن اگر مریض سو فیصد تعمیل کر رہا ہے۔اس کے باوجود مرض میں اضافہ ہو رہا ہے۔تو غلطی نسخہ میں ثابت ہو گی ۔ لہٰذا یہ بھی ایک مسلّمہ امر ہے کہ حکیم سے غلطی ہو جاتی ہے اور وہ اپنے نسخہ کی اصلاح کرتا ہے اور آج تک ایسا معالج معلوم نہیں ہے جو ایسی صورت میں نسخہ کی اصلاح سے انکار کر دے ۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بعض حکیم زیادہ قابل اور تجربہ کار ہوتے ہیں ۔یعنی انہوں نے حکمت اور بنی نوع انسان کو سمجھنے میں نسبتاً زیادہ محنت کی ہے۔ چنانچہ ان پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے ۔صرف اِس لئے کہ ان کے زیر علاج مریض جلد اور بلا مزید دقت کے شفا پاتے ہیں ۔جس حکیم کے ہاتھ میں کسی مریض کو شفا نہ ہوتی ہے ۔ایسا کوئی حکیم نہ دنیا میں پایا گیا ہے اور نہ آئندہ ملے گا لیکن فرض کر لیجئے کہ میں ایسا ہی حکیم ہوں ۔کیا کوئی ایسا مریض ہو سکتا ہے جو میرے اس حال سے واقف ہونے کے بعد بھی مجھ سے اپنا علاج کرائے ؟ ایسا مریض آج تک کوئی نہیں تھا اور نہ آئندہ ہو گا ۔ یہ تو ہمارا حال تھا۔اب ایک اور

حکیم فرض کر لیجئے جو خود بھی بیمار ہو اور دوسرے مریضوں کو بھی اس کے نسخوں سے شفا نہ ہوتی ہو۔یقین کیجئے کہ ایسا حکیم بھی اس دنیا میں ناپید رہتا چلا جائے گا۔ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ کوئی عقل مند مریض شفا نہ ہونے کا یقین ہوتے ہوئے بھی کسی معالج سے مسلسل علاج کرانے پر رضا مند ہو۔شفا حاصل کرنے کے لئے وہ اپنی معلومات اور مالی حیثیت کے مطابق اہم ترین معالج سے رجوع کرے گا۔شفا شروع ہونے کا انتظار کرے گا۔رُوبصحت ہوتے جانے کی صورت میں معالجہ جاری رکھے گا۔ورنہ دوسرے معالج سے رجوع کرے گا۔حتّٰی کہ شفایاب ہو جائے۔وہ آخری دم تک حکمت کی مخالفت نہ کرے گا۔البتہ حکیم بدلتا جائے گا۔

اسی انداز میں مذہب کے احکام اور اپنے مذہب کے علما اور عوام پر نظر ڈالیں۔تمام اہل مذاہب کے نزدیک ان کے مذہب میں کوئی خامی نہیں ہے۔یہی حال حکمت کا ہے جس طرح آپ نے شفایاب نہ ہونے کی صورت میں حکمت کے خلاف کچھ نہیں کیا بالکل اُسی طرح آپ مذہب کے خلاف کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتے۔اس لئے کہ فوز وفلاحِ انسانیت کا دارومدار بھی مذہب کے احکام پر ہے۔اگر یہ احکام غلط نسخہ کی طرح دیئے جائیں یا احکام کی تعمیل میں خلاف ورزی کی جائے تو اس میں مذہب خطاوار نہیں ہوسکتا بلکہ یہ خطا یا تو علما کی ہے یا

عوام خطا کار ہیں۔ یا یہ دونوں خطاوار ہیں۔ تباہی و بربادی کے ذمہ داران میں کوئی ایک یا دونوں ہوں گے مذہب نہیں۔ پھر یہ دیکھئے کہ قاعدہ کی رُو سے حکیموں، ڈاکٹروں اور علما کو قواعد کی زیادہ پابندی کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ وہ اپنی علمی منازل طے کرنے کے دوران اپنی تعلیمات کی خلاف ورزیوں کے نتائج سے کما حقہٗ واقف ہو چکتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے عملی دورِ حیات میں خلاف ورزی کرنے والوں کو خطرناک نتائج سے دوچار ہوتے ہوئے دیکھ چکتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ حکیم و ڈاکٹر نسبتاً زیادہ تندرست ہوتے ہیں اور ایسے ڈاکٹر یا حکیم کا پتہ ملنا مشکل ہے جو مستقلاً بیمار رہتا چلا جائے۔ ڈاکٹر تو ڈاکٹر ایسے مریض بھی شاذ و نادر ہی ملتے ہیں جو مستقلاً بیمار رہتے چلے جائیں۔ اب دوسری طرف نظر ڈالئے اور عوام و علما کا تقابل کیجئے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ان دنوں میں کسی قسم کا فرق نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ ماننا پڑے گا کہ علمائے کرام اپنے اپنے مذہب کے انتہائی پابند ہیں۔ وہ ہر حکم کی بالکل اُسی طرح تعمیل کرتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے مذہب کی تعلیمات سمجھتے ہیں۔ اور جیسا کہ وہ اپنے اپنے مذہبی عوام کو بتاتے ہیں۔ یہاں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جب وہ مذہب کے احکام کی سو فیصد تعمیل کرتے ہیں تو ان کو وہ تمام ثمرات حاصل ہونا چاہئیں جو مذہب کی تعمیل کا لازمی نتیجہ بتائے گئے ہیں۔ عوام الناس کا مذہب کے احکام کی تعمیل میں ڈانواں ڈول ہو جانا،

خلاف ورزیاں کر جانا، اس لئے قابل تسلیم ہے کہ وہ کم علم ہیں۔لیکن علما کے متعلق یہ بات ماننے کی نہیں ہے۔پھر ایک عالم ایسا مان لیں جو مذہبی احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو۔دس بیس، سو دو سو مان لئے جائیں۔تمام علما کے لئے کیسے مان لیں کہ وہ سب کے سب اپنے اپنے مذہب سے ناواقف ہیں۔یا مذہب کے احکام کے خلاف عمل پیرا ہیں۔اوراس کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مذہبی احکام کی تعمیل سے انہوں نے کوئی ایسا نتیجہ مرتب نہیں کیا جو اُن کے عوام کو حاصل نہ ہو۔ بلکہ عوام دیکھ رہے ہیں کہ اُن کو روزمرہ پیش آنے والی دقتوں اور مشکلات اور دیگر مسائل حیات میں علما کسی مرحلہ میں ان کی راہنمائی کرنے سے قاصر ہیں۔اور خود عوام پر ایک بوجھ بن کر رہ گئے ہیں۔اس لئے عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہوئے کہ مذہب ناکام ہو گیا ہے۔

ساری دنیا یہ سمجھتی ہے اور علما بھی یہی کہتے ہیں اور حقیقتاً ہونا بھی یہی چاہئے تھا کہ مذہب جو کچھ بھی ہو اس سے علما بخوبی واقف ہیں۔وہ مذہب کے آخری نمائندے ہیں، مذہبی تعلیم کا کوئی ایسا گوشہ یا شعبہ نہیں جس پر علما کو دسترس نہ ہو۔اور آخری بات یہ ہے کہ مذہب کے متعلق جو کچھ علمائے مذاہب جانتے ہیں اس سے زیادہ جاننے کی امید کسی اور سے نہیں ہو سکتی۔ دوسرے الفاظ میں علمائے کرام کو ساری دنیا کے باشندوں نے مذہب سمجھ لیا۔اب ظاہر ہے کہ علما کی ناکامی

کو مذہب کی ناکامی نہ سمجھا جاتا تو اور کیا سمجھا جاتا؟ مگر مذہب کے متعلق سب سے بڑی غلط فہمی یہی ہے جس میں شعوری یا لاشعوری طور پر علما و عوام دونوں مبتلا ہو گئے۔ اور دنوں نے مل کر مذہب کی پوزیشن کو خراب کر دیا۔

کیا مذہب ناکام ہو چکا ہے؟

مذہب ناکام نہیں ہوسکتا! یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ مذہب کیسا بھی ہو، ناکام نہیں ہوسکتا۔ ناکامیءِ راھرو، مذہب کی ناکامی یا غلطی نہیں ہے۔ بلکہ مذہب کے انتخاب میں غلطی کی وجہ سے راھرو ناکام ہوا ہے۔ اس لئے کہ وہ جس نتیجہ یا منزل پر پہنچا ہے۔ وہ راستہ یا مذہب اسے وہیں لاسکتا تھا۔ چنانچہ نتیجے یا منزل کو دیکھ کر کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ نہایت آسان ہے۔ جو کچھ آپ کا مقصد تھا۔ اگر وہ حاصل ہو گیا ہے۔ تو آپ کا طریقِ کار یا مذہب آپ کے اس مقصد کے لئے بالکل صحیح تھا۔ ورنہ آپ کے انتخاب میں غلطی ثابت ہو گئی ہے۔ آپ چاہتے ہیں۔ کہ آپ تنگدستی کی زندگی سے نکل کر خوشحالی کی منزل پر جا پہنچیں اس مقصد کے لئے آپ کی راہنمائی کوئی کنگال شخص نہیں کرسکتا۔ آپ ایسے کامیاب اور خوشحال شخص سے ملیں جو اپنے کردار کی بناء پر کامیابی کی منزل تک پہنچا ہو۔ اگر وہ صحیح راستہ بتانے میں کمی نہ کرے، فریب نہ دے اور آپ اُس کامیاب کرنے والے راستے پر چلنے میں غلط روی نہ کریں، تو آپ کی کامیابی لازم ہے اور آپ کی

ناکامی اس بات کا ثبوت ہوگی کہ یا راہنمائی غلط تھی یا آپ کا رویہ غلط تھا۔ غلطی کا نتیجہ ہمیشہ غلط نکلنا لازم ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ **کامیابی کے لئے آپ کی راہنمائی غلطیوں سے پاک ہونا لازم ہے۔**

سفر حیات میں انسان کے لئے ہر ہر قدم پر صحیح راہنما اور راہنمائی کی ضرورت ہے۔ پیدائش سے لے کر موت تک کا سفر ایسے راہنما کے قدم بقدم ہونا چاہئے۔ جو پہلے نمبر پر خود کامیاب سفر کر رہا ہو۔ اور دوسرے نمبر پر وہ اس کا ذمہ لے کہ اپنی طرح آپ کو بھی ہر قدم پر کامیاب کرتا جائے گا۔ جو شخص خود ہی ناکام ہو وہ ہرگز راہنما نہیں ہوسکتا۔ اس معیار پر آج کے تمام مذہبی راہنما ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔ اُن کی ناکامی کو لوگوں نے مذہب کی ناکامی سمجھا ہے اور ان غلط رہنماؤں کو چھوڑنے کی بجائے مذہب کو چھوڑا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان مذہبی رہنماؤں نے اپنے چند مقاصد کو سامنے رکھا اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے مذہبی تعلیمات میں خودساختہ رہنمائی کو داخل رکھا اور اس خانہ ساز ہدایت کاری کو مذہب کہہ کر اپنے پیروؤں کو یہاں تک لے آئے کہ آج ہر مذہب کے عوام و خواص مذہب کے خلاف صف بستہ ہو رہے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپ پلٹ کر اپنے اپنے مذہبی لیڈروں سے کھل کر گفتگو کریں اور اپنی ناکامیوں کے لئے ان سے تفصیلی صورت حال بیان کریں اپنے مذہب کا ایک ایک عقیدہ اور

ایک ایک عمل ان کے سامنے رکھیں ہر عقیدہ اور ہر عمل کا سبب معلوم کریں اور یہ دریافت کریں کہ فلاں عمل یا فلاں عبادت کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ آیا ان مذہبی لیڈروں نے ان عقائد و عبادات کے وہ نتائج حاصل کر لئے ہیں جو مذہب نے بیان کیے تھے؟ اگر وہ خود بھی ان نتائج کو برآمد نہیں کر سکے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان سے کم علم اور کم استطاعت کے لوگ کامیاب ہوسکیں؟

علمائے مذاہب کا حدود اربعہ۔

یہاں ہم صرف مسلمان کہلانے والے علما کا تذکرہ کریں گے۔ تمام دنیا کے مسلمان یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں اور ان کے علما بھی یہی بتاتے ہیں کہ علمائے اسلام وارثانِ انبیاؑء و رسلؑ ہیں۔ کتبہائے خداوندی کے حامل، ان کے عالم اور ان پر عامل ہیں۔ یہ سمجھ اور دعویٰ بالکل صحیح ہوتے اگر یہ حضرات واقعی وارثانِ انبیاؑء و رسلؑ اور عالمان توریت و زبور و انجیل و قرآن ہوتے۔ یا کم ازکم قرآن کے عالم ہوتے۔ قرآن کریم کا عالم کہنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ جو کچھ قرآن کریم میں موجود ہے اس تمام سامان کا عالم۔ اگر آپ اس کا پتہ لگانا شروع کر دیں کہ قرآن مجید میں کیا کیا ہے؟ اور اس میں سے یہ سارے علما مل کر کس قدر جانتے ہیں؟ تو آپ کو بڑی مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا اور تمام قرآن تو بہت بڑی

چیز ہے اس میں سے دو تین چیزیں بھی سامنے آ جائیں تو ان علما کے تمام القاب ،طُرّ ے اور امتیازات اس طرح جھڑتے اور گرتے چلے جائیں گے ، جیسے موسم خزاں میں درختوں کے پتے۔ مثلاً قرآن حکیم نے دعویٰ کیا ہے کہ کوئی ایسی چیز ممکن ہی نہیں ہے جو قرآن میں موجود یا مذکور نہ ہو۔

قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ میں تعلیم کی انتہائی حدود ختم کر دی تھیں اور وہ سب کچھ سکھا دیا تھا جو معلوم نہ تھا یا جہاں جہاں تک علم کا دائرہ جا سکتا ہے (2/239) یعنی رسوؐل اکرم نے جن کو تعلیم دے کر عالم بنایا تھا اُن سے لاعلمی یا جہالت کی نفی ہو گئی تھی ۔ آنحضرؐت نے اپنی اُمت کے علمائے کرام کی تعریف اور تعین میں یہ بھی بتا دیا تھا کہ میری اُمت کے علما بنی اسرائیل کے انبیاؑ کے مانند ہوں گے۔ یعنی علماء امت ایسے حضرات ہونا چاہئیں جو جناب سلیمان علیہ السلام کی مانند ہواؤں اور فضاؤں پر تسلط رکھتے ہوں۔ تاکہ قرآن مجید کا یہ دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ ہم نے تمہارے لئے زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کو مسخر کر دیا ہے۔ پھر ان میں ایسے افراد کا ہونا بھی لازم ہے جو مٹی کو زیور حیات بخش دیں۔ اندھوں کو بینائی، مُردوں کو زندگی عطا کر سکیں۔ بس لاکھوں باتوں کو نظر انداز فرما کر صرف ان چند چیزوں پر ان علما کو جانچیۓ اور پھر غور کیجیۓ کہ جن کو ساری دنیا اور خود

وارثانِ علمِ نبوت سمجھے ہوئے ہیں ان کا حال کیا ہے؟ ہر شے کی تفصیل تو الگ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان کا ذہن کس طرح کام کرتا ہے۔؟ ان کے کان، آنکھ، ناک ، زبان، اور ہاتھ کیسے قلب کی مدد کرتے ہیں ۔انہیں فضاؤں ہواؤں ،طبیعات و مابعد الطبیعات ۔اقتصادیات ،علم الحیوان ، ارضیات ،ریاضی ، معدنیات وغیرہ کا کس قدر علم ہے ؟انہوں نے آج تک کیا کیا انکشافات و ایجادات کی ہیں؟ پھر یہ دیکھئے کہ کیا واقعی لفظ عالم ان پر صادق آ سکتا ہے؟ عالم تو وہ کہلا سکتا ہے جو جاہل نہ ہو۔ دنیا کی زبانوں کو سامنے رکھئے اور پھر یہ دیکھئے کہ ان غریبوں کو اڑھائی تین زبانوں سے زیادہ معلوم نہیں ۔آپ انہیں دس بیس زبانوں کا عالم ہونا فرض کر لیجئے اس کے باجود وہ باقی زبانوں سے جاہل ہیں۔تو وہ تمام زبانوں کے بھی عالم نہ ہوئے ۔وہ اگر انجنیئر نگ سے ، الیکٹرک اور الیکٹرانکس سے نابلد ہیں تو عالم کہاں ہوئے ؟ وہ بچارے تو اس عملی دنیا میں ہر قدم پر دوسروں کی ہدایت کے محتاج ہیں۔ فرنیچر کے لئے لوھار و بڑھئی کے محتاج ، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لاؤڈ اسپیکر استعمال کرتے ہیں۔مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ چیزیں کیسے کام کرتی ہیں۔ان کی زندگی ،ان کی صحت، ان کی سہولتیں، آسائشیں و آرام وراحت سب دوسروں کے سر ہے۔ یہ سر سے لے کر پیر تک دوسروں کے رہینِ منت ہیں۔اور اس پر ستم ظریفی یہ کہ یہ ہر نئی ایجاد پر ناک

بھوں چڑھاتے ہیں۔ بعض چیزوں کے لئے کفر و حرام کے فتاویٰ بھی دے دیتے ہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ پھر خود ان ہی چیزوں سے مستفید ہونا شروع کر دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ آج دنیا میں مذہب کے یہ علما پست ترین حالت میں ہیں اور افسوس یہ ہے کہ یہ حضرات اس بدہضمی میں مبتلا ہیں کہ ان کے بغیر یہ دنیا ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ مذہب بنی نوع انسان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے یہ اسی قسم کے علما نے کہلوایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مذہب اسی قدر اور وہی کچھ ہوتا جو ان علما کے کردار و علم سے ظاہر ہے تو ہم محمدؐ و آلِ محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کی قسم کھا کر اعلان کرتے ہیں کہ ان علما کا ساختہ پرداختہ مذہب اللہ و رسولؐ کے مذہب کے خلاف اور بنی نوع انسان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس مذہب کو دنیا سے مٹا دینا ہی قیامِ دینِ اسلام کے لئے ضمانت ہوسکتا ہے۔ انہوں نے اسلام کی جگہ ایک خود ساختہ طاغوتی مذہب پیش کیا ہے اور اُس کا نام اسلام رکھ دیا۔ یعنی محض نام رکھنے کے لئے انہوں نے اسلام کو پسند کیا۔ آج یہ اور ان کا خود ساختہ مذہب عقلی سیلاب کے ساتھ بہتا چلا جا رہا ہے۔ اور یہ ڈوبتے ہوئے تنکوں کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنی بوکھلاہٹ میں ریچھ کو کمبل سمجھ کر پکڑ لیں گے اور اس کے بعد جو حشر ان کا ہوگا وہ بہت پہلے سے مشہور و معلوم ہے۔ اللہ و رسولؐ نے تمام مسلمان مردوں

اور عورتوں پر علم کا حاصل کرنا فرض کیا تھا۔ جہالت کی ہر حیثیت سے شدت کے ساتھ مذمت کی تھی۔ اور مختلف صورتوں اور حالات میں حصولِ علم کی درجہ بندی کی تھی۔ بعض علوم کو پہلا نمبر دیا تھا۔ بعض کو پہلے نمبر کے بالمقابل کم اہمیت دی تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج آپ کا طریقہ تعلیم ہے۔ آپ ایک دم کالج میں داخلہ نہیں مانگتے۔ لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ کالج بہت ضروری ہے۔ علم وحصولِ علم کے متعلق ان علما نے جن کی ہم مذمت کر رہے ہیں جو نسخہ تجویز کیا وہ یہ تھا کہ تمام عورتوں پر علم کا حصول واجب نہیں ہے۔ مردوں کے لئے انہوں نے یہ بتایا کہ اگر ایک علاقہ میں ایک مرد علم حاصل کرلے تو اس علاقہ کے باقی تمام افراد کا فرض پورا ہو گیا۔ اس طرح ان علمائے سوء نے پوری امت کو جاہل رہنے کی سند دیدی اور ایسا انتظام کیا کہ آج سوائے ان کے اور مادری زبان والوں کے کوئی اور عربی نہیں جانتا۔ قرآن فہمی کے لئے اتنی پابندیاں لگائیں اور اُمت کو اس قدر خوفزدہ کیا کہ قرآن کریم کو ھوّا بنا دیا۔ قرآن کو بے معنی پڑھنے کا اس اہتمام سے ثواب بیان کیا کہ مسلمانوں نے اس کو غنیمت اور کافی سمجھ لیا۔ بے معنی قرآن رٹ لینے کو نجات کا ذریعہ بنا دیا۔ چنانچہ ہزاروں حافظانِ قرآن ملیں گے مگر ان میں سمجھ کر پڑھنے والا کوئی اتفاق ہی سے نکلے گا۔ عربی زبان کی اس قدر مشکلات گھڑی گئیں کہ لوگوں نے اُدھر کا رخ کرنا چھوڑ دیا۔ عربی پڑھانے کے سیکڑوں مدرسے قائم

کیئے تا کہ ان کا روزگار اور دھونس و دھاندلی جاری رہ سکے۔ ان مدارس کا نصاب اور پڑھانے کا طریق اس اسکیم کے ساتھ جاری کیا کہ محض وہ لوگ کامیاب ہو سکیں جو غبی الذہن اور رٹا لگانے میں قابل ہوں۔ اور فطین و ذکی الحس طالب علم چند روز میں بھاگ کھڑا ہو۔ اور اگر ٹھہرا رہے تو نیم پاگل ہو کر نکلے۔ اور ساری عمر اِن کا محتاج رہے۔ آج آپ ان مدرسوں میں جا کر دیکھیں جہاں علمائے سوء کا عمل دخل ہے۔ وہاں آپ کو زیادہ تر ایسے طالب علم ملیں گے جو کسی نہ کسی طرح ناقص الخلقت ہوں گے۔ پسماندہ اور لاوارث محتاج قسم کے بچے چھانٹ چھانٹ کر ان مدرسوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ عموماً ایسے بچے جن کے خاندان میں کئی نسلوں سے جہالت کا ڈیرہ رہا ہو۔ ان علما نے چند علوم کو قطعاً فضول قرار دیا اور چند نہایت ضروری علوم کے پڑھنے کو حرام بھی کر دیا۔ یہ صحیح ہے کہ احادیث میں بعض علوم کے حاصل کرنے کو فضل کہا گیا تھا۔ لیکن فضل کے معنی فضول کر کے یہ لوگ خود بھی فضل خداوندی سے محروم رہے۔ اور دوسروں کو بھی روکتے رہے۔ انہوں نے انگریزی زبان سیکھنے کے خلاف محاذ بنایا تھا۔ اُسے حمایتِ باطل اور کفر قرار دیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ ان کی آنکھیں کھلیں اور آج تو ان کے اپنے برخوردار کلین شیو اور کالجوں میں پڑھ رہے ہیں۔ ان کی جوان لڑکیاں کالجوں میں انعامی مقابلے جیت رہی ہیں۔ ڈانس اور موسیقی سیکھ رہی ہیں۔ اخبارت میں ان کے فوٹو

شائع ہوتے ہیں۔ ڈان اخبار اس پر گواہ ہے۔ بہرحال بتانا یہ تھا کہ ان علما نے علم کے حصے بخرے کر دیئے۔ ہر اس علم کو دین کی سرحد سے باہر نکال دیا جس کو حاصل کر کے مسلمان کائنات کی تسخیر کرتے۔ ہر اُس فن کی مخالفت کی جو اُمت کو امامتِ اقوامِ عالم پر فائز کرتا۔ انہوں نے یہ کہا کہ قرآن و حدیث کے علاوہ کسی علم کا حاصل کرنا فضول ہے۔ اگر یہ بات خلوص کے ساتھ کہی جاتی تو قرآن و حدیث کے علم کی ذیل میں خود بخود تمام کائناتی علوم آجاتے۔ مگر انہوں نے کہا کہ بہت سی چیزیں قرآن میں موجود نہیں ہیں۔ اسی طرح حدیث کے لئے کہہ دیا گیا اور خود اپنے فیصلوں کو ان دونوں پر اس طرح حکمران اور قاضی بنا دیا کہ جو چیز قرآن و حدیث میں نہ ملے وہ ہم اپنے اجتہاد سے جاری کریں گے۔ یعنی رفتہ رفتہ اس قرآن کو ناقص ثابت کر دیا جس میں آج تک (تَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ) ہر چیز کی تفصیل موجود ہونے کا دعویٰ ہے ان کی کوشش برابر جاری رہتی چلی جاتی ہے۔ انہوں نے علومِ قرآن کو گھٹاتے گھٹاتے صفر تک پہنچا دیا ہے۔ اور جس قدر برقرار رکھا اس کی اجارہ داری خود سنبھال لی ہے۔ ان کی مصلحت کے خلاف ہر صحیح بات بھی غلط ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کا صحیح ترجمہ جو خود اُن کے مسلّمہ قواعد کے عین مطابق ہو۔ ان کی سفارش اور سند کے بغیر غلط ہے۔ مجال ہے کہ اُن کے حوارئین اسے شائع کریں۔ یہ تھا ان علما کا مبلغ علم اور اس کا حدود اربعہ۔ آج

عربی زبان کے سب سے بڑے عالم ان علما میں نہیں ہیں ۔ بلکہ عیسائیوں میں ہیں ۔ہم ان کو عربی زبان پر چیلنج کرتے رہے ہیں ۔یہ بیچارے عرب کے باشندوں کی عربی نہیں سمجھتے ۔انہیں مترجم اپنے ساتھ رکھنا پڑتا ہے۔یا محض سر ہلا کر اپنا بھرم برقرار رکھتے ہیں ۔اور اگر ان سے فراعنہ ونماریدکے زمانہ کی عربی زبان کا کوئی کتبہ پڑھنے کو کہہ دیا جائے تو ان کی صورت دیکھنے کے قابل ہوگی۔ یہ کام اس ٹولے کے بس کا نہیں۔کرنے والے اس ٹولے سے تبرا کرتے ہیں۔

یہاں مذہبی لیڈروں یا مذہبی نمائندوں کو بھی یہ بات نوٹ کر لینی چاہیئے کہ خواہ ان کے مذاہب کے عوام مذہبی نتائج میں ناکامی پر اُن سے سوالات کریں یا نہ کریں۔مگر وہ حضرات یہ یقین فرمالیں کہ یہ سوالات ہر شخص کے قلب میں ان کے اور ان کے بیان کردہ مذہب کے خلاف ہنگامہ پیدا کئے ہوئے ہیں۔لوگوں کا نہ پوچھنا زیادہ تر اس یقین پر مبنی ہے کہ ان سوالات کا جواب دینے سے آپ قاصر ہیں۔کچھ لوگ اس لئے دریافت نہیں کرتے کہ وہ آپ کا بھرم کھلنے سے قوم کی ہواخیزی سمجھتے ہیں ۔کچھ لوگ آپ کے معاشی مفادات میں شریک ہیں اورآپ کے نقصان کو اپنے نقصان کے مترادف سمجھتے ہیں۔ بہرحال آپ کو چاہیئے کہ ایسے سوالات کے ایسے جوابات دینا شروع کریں جو اس مذہبی ہیجان اورشکوک وشبہات کے طوفان کو حقیقتِ حال کے سامنے رکھ کر لوگوں

کو مطمئن کر دیں اور ان کی عملی زندگی میں ان کی پیش آمدہ دقتوں کا حل بن جائیں اور یہ بھی نوٹ کر لیجئے کہ لعن طعن لاحول ونعوذ باللہ اور رعب و تحکم اور دھمکیوں سے اب اُلٹا اثر پیدا کرنا بند کر دیں۔ عوام کے ساتھ محبت و شفقت اور حقیقت پسندی کا رویہ اختیار فرمائیں۔ یاد رکھئے دوسرے ممالک میں جو کچھ ہوا وہ ہماری اس قسم کی نصیحتوں کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا۔ اگر وہاں ہماری نصیحتوں پر علماء نے عمل کیا ہوتا تو صورتِ حال بدل جاتی اور ان کا مقام باقی رہتا۔ مگر بعض شر پسند علماء نے جھوٹا اقتدار چھن جانے کے بعد بھی فتنہ وفساد پھیلانے پر کمر باندھے رکھی آخر عوام نے ان کی رہی سہی پوزیشن کو بھی ملیا میٹ کر دی۔ جس کا رونا آپ آج رو رہے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کل آپ پر نہ رویا جائے۔ لہٰذا مصلحت بینی، دور اندیشی اور مفادِ بنی نوعِ انسان کا خیال فرمائیں اور مذہب کو اس کے صحیح اغراض و مقاصد کے ساتھ پیش فرمائیں۔ دنیا میں کوئی ملک ہو اُس کے عوام محمدؐ و آل محمد صلواۃ اللہ علیہم کے طریقہ کار اور مذہبی اغراض مقاصد کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ اسی مذہب کو نافذ کرنے کے لئے شعوری و لاشعوری طور پر کوشاں ہیں۔ آپ نہایت سہولت سے ان کے اقدامات کا رخ صحیح سمت میں بدل سکتے ہیں۔ اے کاش آپ غور فرمائیں اور عمل کریں۔

والسلام

سید محمد احسن زیدی